جامعہ مدنیہ لاہور کا علمی ، ادبی اور اصلاحی مجلہ

انوارِ مدینہ

نگرانِ اعلیٰ :

حضرت مولانا سید حامد میاں مدظلہ مہتمم و شیخ الحدیث جامعہ مدنیہ ، لاہور

ماهنامه

انوارِ مدینہ

لاهور

جلد : ۴ جمادی الاخری ۱۳۹۳ھ ٭ جولائی ۱۹۷۳ء شمارہ : ۱

محتویات

اداریہ ---------------------------------- ۲
فتنۂ وضعِ احادیث .... حضرت مولانا سید محمد میاں مدظلہٗ -------- ۶
نعت ---------- حافظ لدھیانوی ---------- ۲۰
حضرۃ ابوبکر صدیق رضؓ ------ حضرت مولانا سید حامد میاں مدظلہٗ ---------- ۲۳
جامع مسجد البدر -------- جناب احسان دانش ---------- ۲۷
ابوالعینا --------- مولانا حبیب الرحمٰن شروانی ---------- ۲۸

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

ہوشربا گرانی

نحمدہٗ و نصلّی علیٰ رسولہ الکریم

اِس وقت ملک میں گرانی روز افزوں ہے جس کے اسباب میں بڑا سبب یہ ہے کہ ہر شخص یہ چاہتا ہے کہ وُہ جلد از جلد زیادہ سے زیادہ کمالے، گویا ہر شخص لالچ کا شکار ہے اور اِس لالچ میں وُہ دوسروں کا پوری قوت سے استحصال کر رہا ہے۔ موجودہ انقلابی حکومت استحصال کی نفی کی داعی تھی اسی لیے انتخابات میں غریب عوام کے ووٹوں کی بھاری اکثریت سے کامیاب ہوئی تھی۔ لیکن جتنا استحصال خرید و فروخت میں آج ہو رہا ہے اس سے پہلے کبھی نہ ہوا تھا۔

بعض ضروریات زندگی بازار ہی سے غائب ہیں۔ غالباً مقصد یہی ہوگا کہ اور قیمت بڑھے اور نفع ملے۔ اسی کا نام "احتکار" ہے۔ یہ ہی ذخیرہ اندوزی ہے جسے اسلام نے کبھی جائز نہیں کہا۔ اور اسلامی دورِ حکومت میں کبھی رائج نہیں رہی۔

نہ جانے ہم اس اخلاقی کمتری کی طرف کیوں دوڑ رہے ہیں۔

ہم اسلامی مملکت کے مدعی ہیں مگر ہر اسلامی اخلاق سے کوسوں دور ہیں۔ کیا اس طرح ہم قہرِ خدا کو تو دعوت نہیں دے رہے۔ والعیاذ باللّٰہ

حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم اسی طرح کی حرکات میں مبتلا تھی آخر عذاب سے نہ بچ سکی۔ قرآن کریم میں اُن کی تعلیم اور قوم کی بدعملی ذکر فرمائی گئی۔

كَذَّبَ اَصۡحٰبُ لۡـَٔيۡكَةِ الۡمُرۡسَلِيۡنَ۔ اِذۡ قَالَ لَهُمۡ شُعَيۡبٌ اَلَا تَتَّقُوۡنَ۔ اِنِّىۡ لَـكُمۡ رَسُوۡلٌ اَمِيۡنٌ۔ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَ	بن والوں نے بھی پیغمبروں کو جھٹلایا۔ جب ان سے شعیب نے کہا کیا تم ڈرتے نہیں۔ میں تمہارے لیے امانت دار رسول ہوں۔ پس اللہ سے ڈرو

أَطِيعُونِ ۔ وَمَآ أَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ
مِنْ أَجْرٍ ۔ إِنْ أَجْرِيَ إِلَّا عَلَىٰ رَبِّ
الْعٰلَمِينَ ۔ أَوْفُوا الْكَيْلَ وَلَا
تَكُونُوا مِنَ الْمُخْسِرِينَ ۔ وَزِنُوا
بِالْقِسْطَاسِ الْمُسْتَقِيمِ ۔ وَلَا تَبْخَسُوا
النَّاسَ أَشْيَآءَهُمْ وَلَا تَعْثَوْا فِي
الْأَرْضِ مُفْسِدِينَ ۔ وَاتَّقُوا الَّذِي
خَلَقَكُمْ وَالْجِبِلَّةَ الْأَوَّلِينَ ۔
قَالُوٓا إِنَّمَآ أَنْتَ مِنَ الْمُسَحَّرِينَ ۔
وَمَآ أَنْتَ إِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا وَ
إِنْ نَّظُنُّكَ لَمِنَ الْكٰذِبِينَ ۔ فَأَسْقِطْ
عَلَيْنَا كِسَفًا مِّنَ السَّمَآءِ إِنْ
كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِينَ ۔ قَالَ
رَبِّيٓ أَعْلَمُ بِمَا تَعْمَلُونَ ۔ فَكَذَّبُوهُ
فَأَخَذَهُمْ عَذَابُ يَوْمِ الظُّلَّةِ ۔ إِنَّهُ
كَانَ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيمٍ ۔ إِنَّ فِي
ذٰلِكَ لَاٰيَةً ۔ وَمَا كَانَ أَكْثَرُهُمْ
مُّؤْمِنِينَ ۔ وَإِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ
الْعَزِيزُ الرَّحِيمُ (پ ۱۹ ، رکوع ۱۴)

اور میرا کہا مانو ۔ اور میں تم سے اس پر کوئی مزدوری نہیں مانگتا ۔ میری مزدوری تو بس رب العٰلمین کے ذمہ ہے ۔ پیمانہ پورا دو ۔ اور نقصان دینے والے نہ بنو ۔ اور صحیح ترازو سے تولا کرو ۔ اور لوگوں کو ان کی چیزیں کم کرکے نہ دو ۔ اور ملک میں فساد مچاتے نہ پھرو ۔ اور اس سے ڈرو جس نے تمہیں اور پہلی خلقت کو بنایا ۔ کہنے لگے تم پر تو کسی نے جادو کر دیا ۔ اور تو بھی ہم جیسا ایک آدمی ہے ۔ اور ہمارے خیال میں تو تو جھوٹا ہے ۔ سو ہم پر آسمان کا کوئی ٹکڑا گرا دے اگر تو سچا ہے ۔ کہا میرا رب خوب جانتا ہے جو کچھ تم کرتے ہو ۔ پھر اسے جھٹلایا ۔ پھر انہیں سائبان والے دن کے عذاب نے پکڑ لیا ۔ بیشک وہ بڑے دن کا عذاب تھا ۔ البتہ اس میں بڑی نشانی ہے ۔ اور ان میں سے اکثر ایمان لانے والے نہیں ۔ اور بیشک تیرا رب زبردست رحم کرنے والا ہے

مناظر اسلام حضرت مولانا لال حسین صاحب اختر کی وفات

آپ نے اپنی تمام زندگی ردِّ مرزائیت کے لیے وقف فرمادی تھی ۔ ایسے بلند پایہ مناظر تھے کہ جس موضوع پر بھی وہ مناظرہ شروع کرتے ان کا مقابل تھوڑی ہی دیر میں لاجواب ہوجاتا ۔

فرماتے تھے کہ مرزائیوں نے ان کے تعلیم و تربیت پر اس سستے دور میں پچاس ہزار روپے صرف کئے تھے۔ لیکن حق تعالیٰ نے ہدایت بخشی اور آپ صحیح راہ پر آ گئے مشرف باسلام ہو گئے اور پھر آخر تک ختم نبوت جیسے پیارے مقصد کے لیے وقف ہو گئے۔

مولانا کی گدھی میں حرام مغز کی چوٹ کا اپریشن ہوا جو کامیاب رہا۔ معالج ڈاکٹر صاحبان کو خدا جزائے خیر دے کہ انہوں نے کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا۔ لیکن خدا کی قدرت کہ ہر طرح کوشش کے باوجود چاروں ہاتھوں پاؤں کے فالج کی کیفیت رفع نہیں ہوئی۔ اور اشتہار طعام رفتہ رفتہ ختم ہوتی چلی گئی جس سے بدن بالکل سوکھ گیا حرام مغز کی چوٹ کی وجہ سے سارے بدن میں ہر جگہ درد کی تکلیف رہتی تھی۔

ہسپتال میں خدمت کی ضرورت تھی اس لئے دوسرے لوگوں کے علاوہ طلبہ جامعہ مدنیہ بھی باری باری جاتے رہے۔ اور اسی تعلق کا ثمرہ تھا کہ آپ کی حیات کے آخری پندرہ دن جامعہ مدنیہ میں گذرے۔

وفات سے صرف پانچ گھنٹے پیشتر مولانا موصوف کے صاحبزادے صاحب (جو تعلیمیافتہ نوجوان ہیں ، ایل۔ ایل۔ بی ہیں) حضرت کو بقیہ ایام حیات گھر میں گذارنے کے لیے جامعہ سے لے گئے کہ زندگی کے آخری ایام میں سعادت خدمت حاصل کریں۔ انہوں نے ڈاکٹر کی ہدایت کے مطابق لٹانے کے لئے تخت اور اس پر ربڑ کے گدے اور کروٹ دلا کر لٹانے والے بڑے چھلوں کا انتظام بھی کیا تھا۔ لیکن ان کا وقت پورا ہو چکا تھا جس کا بجز حق تعالیٰ کے کسی کو خبر نہ تھی۔

ہم ان کو ان کے اس عزم خدمت پر مبارکباد دیتے ہیں اور دعا کرتے ہیں کہ حق تعالیٰ ان کو مولانا مرحوم کا صحیح جانشین بنا دے۔

وفات کے بعد میّت کو مولانا مرحوم کی وصیّت کے احترام میں دین پور شریف لے گئے۔ جس وقت آپ کے چوٹ لگی اسی وقت سے آپ نے بارہا آنے جانے والے بزرگوں اور احباب سب ہی سے وصیت فرمائی کہ تدفین دین پور شریف ہونی چاہیے۔

دین پور وہ جگہ ہے جہاں حضرت مولانا غلام محمد صاحب قدس سرہٗ آرام فرما ہیں۔ اور ان کے پاس ان کے مرید حضرت مولانا عبید اللہ صاحب سندھی مدفون ہیں۔

دین پور میں حضرت شیخ الہند اسیر مالٹا مولانا محمود حسن صاحب۔ قدس سرہٗ نے تحریک آزادی کے لیے گوریلا جنگ کے واسطے ایک مرکز قائم کیا تھا۔ وہاں زمین دوز اسلحہ خانہ بھی تھا۔ جو آپ کی مسجد کے ایک حصہ میں بنا گیا تھا۔

مولانا مرحوم کی خاک وہیں کی تھی اس لیئے یہ وصیّت بھی خدا نے پوری کی ۔ اور اس عظیم مجاہدِ آزادی اور قطب دوران کے نزدیک تر دفن ہونے کی سعادت حاصل ہوگئی ۔ اللّٰہم اغفرلنا ولہم جمیعا ۔

دورانِ علالت مولانا کی سب سے زیادہ خدمت کی سعادت ایک سیّد صاحب کو نصیب ہوئی جو حضرت مولانا کے شاگرد بھی تھے ۔ انہوں نے دن رات ایک کر کے خدمت کی ۔ اور نہ جانے اللہ کے یہاں انہیں کیا مقامات ملے ہوں ۔

شیخِ طریقت حضرت پیر سیّد خورشید احمد شاہ صاحب کا وصال

۱۰ رجمادی الاولیٰ ۱۳۹۳ھ مطابق ۱۲ جون ۱۹۷۳ء بروز سہ شنبہ حضرت مولانا پیر سیّد خورشید احمد شاہ صاحبؒ اِس دارِ فانی سے رحلت فرما گئے ۔ انا للہ وانا الیہ راجعون ۔

آپ نہایت پارسا اور متقی انسان تھے ۔ حضرت مدنیؒ کے خلیفہ تھے ۔ حضرت شیخ الہندؒ سے بیعت اور تلمذ کا شرف بھی حاصل ہے

آپ کی عمر سو سال کے لگ بھگ تھی ۔ اسی سال قصبہ عبد الحکیم ضلع ملتان میں قیام رہا قرب وجوار کے لوگ آپ کے محاسن کی وجہ سے آپ کے گرویدہ تھے ۔ جب آپ کی وفات ہوئی تو علاقہ کی عورتیں اور بچے زار وقطار رو رہے تھے ۔ جنازہ میں بیس ہزار سے زائد لوگ شریک ہوئے ۔

اللہ تعالےٰ اپنے فضل وکرم سے آپ کے پسماندگان کو صبر واجر مرحمت فرمائے اور آپ کا صحیح جانشین بنائے ۔ آمین

حضرت مولانا عبد العزیز صاحب رائے پوری مدظلہم العالی اور بہت سے دیگر حضرات نے ہمارے پاس بھی پیغامات تعزیت بھیجے ہیں اور پسماندگان کے لیے دعاء فرمائی ہے ۔

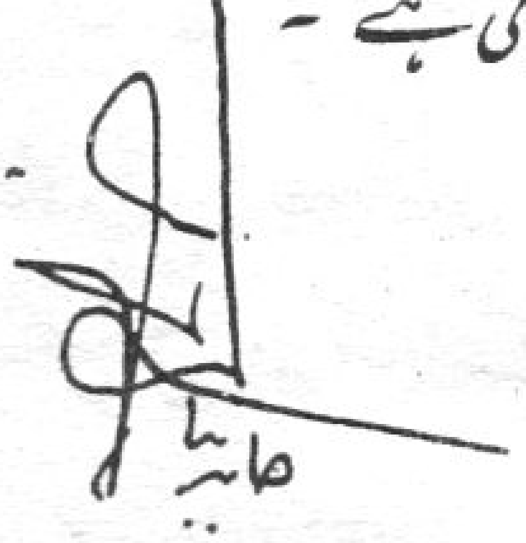

★★

خط وکتابت کرتے وقت خریداری نمبر کا حوالہ ضرور دیجئے ۔

فتنۂ وضعِ احادیث

حق و باطل کا ایک معرکہ

شیخ الحدیث حضرۃ علامہ مولانا سید محمد میاں صاحب مدظلہ

حق و باطل کی مثال اللہ اس طرح بیان فرماتا ہے۔

اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً تا كَذٰلِكَ يَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ (سورۂ رعد[13] آیت[17])

آسمان سے بارش برستی ہے۔ ندیاں اور نالے اس کو اپنی اپنی گنجائش کے بموجب اپنی آغوش میں لے کر سیلاب کی شکل اختیار کر لیتے ہیں، کوڑا کرکٹ اور جھاگ اوپر آجاتا ہے۔ دیکھنے والوں کے سامنے وہ جھاگ ہی ہوتا ہے۔ وہ اسی سے خوف زدہ ہوتے ہیں، لیکن سیلاب کی رو اس جھاگ کو بہا کر لے جاتی ہے۔ پھر وادی کا ایک ایک گوشہ دیکھ جاؤ، اس جھاگ کا کہیں نام و نشان بھی نہیں ملے گا۔ اسی طرح جب چاندی سونا یا اور کسی طرح کی دھات آگ پر تپائی جاتی ہے تو جھاگ اوپر آجاتا ہے پھر وہ جھاگ جو درحقیقت کھوٹ ہوتا ہے، الگ ہو جاتا ہے اور خالص دھات الگ نکل آتی ہے کھوٹ کے لیے نابود ہو جاتا ہے اور خالص دھات کے لیے باقی رہنا۔

سیدنا حضرت شاہ ولی اللہ قدس سرہٗ العزیز اس آیت کی وضاحت ان الفاظ میں فرماتے ہیں۔

یعنی لابدست کہ در ہر جنس خیر و شر باشد ہم چنیں لابدست کہ در آدمیاں نیکو کاران و بدکاران باشند لیکن نیکو کاران را مستقرے سازد و کار ایشاں را پیش می رود و بدکاران را ہلاک میکند۔ (فتح الرحمٰن)

مختصر یہ کہ حق و باطل کا معرکہ مسلسل رہتا ہے۔ باطل سینہ تان کر سامنے آتا ہے۔ لیکن اس کا یہ زور چند روزہ ہوتا ہے۔ پھر وہ ختم ہو کر لیبا اوقات بے نام و نشان ہو جاتا ہے اور حق جو سراسر نفع ہوتا ہے، وہ اپنی سادگی کے ساتھ دائم و قائم رہتا ہے۔

غور فرمائیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دورِ مبارک یعنی وہ دور جس میں حقیقتِ محمدی کا آفتاب بلا کسی حجاب کے کائنات ارضی پر ضیا پاش تھا، وہ مبارک دور جو بلا شبہ پوری کائنات کی آنکھ کا تارا اور جسمِ انسانیت کا قلب بیدار تھا۔ چنانچہ ارشاد ہوا:

بعثت من خیر قرون بنی آدم قرناً فقرناً حتی کنت من القرن الذی کنت منہ (بخاری شریف)

یعنی اولادِ آدم کی سعادت مندیوں (یا بالفاظ دیگر) نمودِ حق کے دَور جو درجہ بدرجہ ترقی کرتے رہے، عروج کے اس نقطہ پر پہنچے کہ خود مرکزِ سعادت و ارشاد سید الانبیاء رحمۃ للعالمین صاحبِ لولاک کا ظہور ہوا" حتی کنت من القرن الذی کنت منہ"

کیا کہنا ہے اس دور کی سعادت مندی کا۔ اندازہ لگانا مشکل ہے فلاحِ انسانی اور سعادتِ روحانی کے اس عروج کا جو اس دورِ مسعود میں اس کو حاصل ہوا۔ مختصر طور پر یہی کہا جا سکتا ہے کہ حق اپنے عروج کے آخری نقطہ پر پہنچ گیا تھا۔ اسی لیے اس کو خیر القرون فرمایا گیا۔

اچھا جب "حق" کو یہ عروج حاصل ہوا تو کیا باطل ہمیشہ کے لیے فنا ہو گیا تھا؟ نہیں اس نے دوپہر کی چمکتی ہوئی روشنی میں اپنی دُم سمیٹ لی اور ابھی وہ دور پوری طرح ختم بھی نہیں ہوئے تھے جن کو خیر القرون فرمایا گیا تھا، ابھی تنزّل کی[1] دو ہی منزلیں گزری تھیں کہ یہ باطل انگڑائی لے کر سامنے آگیا اور اس نے وہ رُوپ اختیار کیا جو خیر القرون کی طرح بے نظیر تھا۔ یعنی جس طرح کائنات کی پوری تاریخ اس دور کی نظیر نہیں پیش

---

[1] آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے خیر القرون قرنی ثم الذین یلونھم ثم الذین یلونھم ثم یفشوا الکذب۔ سب سے بہتر قرن میرا قرن ہے۔ پھر ان کا دور جو اس قرن والوں سے اتصال رکھتے ہیں۔ پھر ان کا جو اس قرن والوں سے متصل ہیں۔ پھر کذب پھیل جائے گا۔ حق و صداقت کی عام فضا باقی نہیں رہے گی۔ کذب اور باطل کی فضا پیدا ہو جائے گی۔ پھر یہی فضا آگے بڑھتی رہے گی۔ یہاں تک کہ وہ تاریکی آئے گی کہ ذکر اللہ ختم ہو جائے گا۔ حق و صداقت کا نام نہ رہے گا۔ پس قرن اول کا ختم ہو جانا تنزّل کی پہلی منزل پھر اسی طرح قرن ثانی کا ختم ہو جانا تنزّل کی دوسری منزل۔

(باقی آخر ۲)

کر سکتی جس کے متعلق ارشادِ نبوی تھا (صلی اللہ علیہ وسلم) " حتی کنت من القون الذی کنت منہ "
اس طرح تاریخ عالمِ باطل کے اس روپ کی نظیر نہیں پیش کر سکتی جو اس نے اس وقت دھارا تھا اور اختیار
کیا تھا۔

باطل کی زور آزمائی ملاحظہ ہو۔ ایک دو نہیں بلکہ ایک بہت بڑی جماعت وجود پذیر ہوگئی، جن کی زبانوں
پر ہر وقت کلام اللہ، کمریں رکوع میں جھکی ہوئیں اور پیشانیاں زمین پر، ایسے قرآن خوان اور ایسے عبادت گزار
کہ کسی اور دور کے نہیں بلکہ خاص خیر القرون کے افراد حضرات صحابہ کو بھی ان کی عبادت گزاری اور قرآن خوانی
پر رشک آئے، لیکن دلوں کی حالت یہ کہ ایمان سے بے بہرہ، خوفِ خدا سے نا آشنا، امین الانبیاء
(صلوات اللہ علیہم اجمعین) کو ہدایت کریں کہ انصاف سے کام لیجئے (معاذ اللہ) ان کے سچے پیروکاروں
کو (معاذ اللہ) کافر قرار دیں۔ کافروں پر رحم کریں اور اہلِ ایمان کے قتل کو ثواب سمجھیں۔ (معاذ اللہ)۔ کیا
تماشا گاہ عالم میں اس طرح کا شعبدہ کبھی اور بھی دیکھا گیا ہے۔ اسلام کے بہت سے معجزوں میں سے
ایک یہ بھی ہے کہ خاتم الانبیاء سید المرسلین اس باطل پرست گروہ کی خبر پہلے ہی[1] دے چکے تھے۔

حضرت امام بخاری رحمہ اللہ نے حضرت سیدنا علی رضی اللہ عنہ، سیدنا حضرت ابو سعید خدری اور
اور حضرت سہل بن حنیف کی ان روایتوں کو مختلف سندوں سے تقریباً بارہ مقام پر بیان کیا ہے جن میں
اس جماعت، اس کے بانی، پھر اس کے انجام کی وہ پیش گوئی ہے، جو لسان رسالت سے صادر ہوئی تھی۔
الفاظ میں کہیں کہیں کسی قدر اختلاف ہے۔ مگر مضمون سب کا ایک ہی ہے، ترجمہ ملاحظہ ہو:

"حضرت علی رضی اللہ عنہ نے یمن سے کچھ سونا بھیجا۔ اقرع بن حابس عیینہ بن بدر وغیرہ جو اپنے
اپنے علاقوں کے بہادر اور نامور سردار تھے، حال ہی میں مسلمان ہوئے تھے اور آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم ان کو مانوس کرنا چاہتے تھے[2]۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سونا صرف انھیں
سرداروں کو دے دیا۔

قبیلہ قریش وغیرہ کے لوگ جو حاضر تھے اُن میں سے کسی کو نہیں دیا۔ فوراً ایک شخص

---

[1] پیشنگی آگاہ کر دینے سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اس جماعت کی خطرناکی بہت ہی غیر معمولی تھی۔

[2] تاکہ ان کا ایمان پختہ اور یہ سرفروش و جاں نثار مجاہدین کر وہ کارنامے انجام دیں جو انھوں نے بعد میں عہد فاروقی اور دورِ عثمانی
میں انجام دیئے جن کے نقوش کتب تاریخ میں محفوظ و مرتسم ہیں۔

دامن سمیٹتے ہوئے کھڑا ہُوا اور پکار کر کہا۔ اتق اللہ یا محمد[1]۔ محمدؐ اللہ سے ڈرو۔ رسول اللہ اعدل[2]۔ اے رسول اللہ انصاف سے کام لیجیے۔

آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کو اس فقرے سے بہت صدمہ ہُوا۔ فرمایا بندۂ خدا اگر مَیں انصاف سے کام نہیں لوں گا اور اگر میرے اندر خوفِ خدا نہیں ہوگا تو اور کس سے انصاف اور خوفِ خدا کی توقع کی جا سکتی ہے۔ اگر مَیں بے انصاف ہُوں تو بے شک مَیں خائب و خاسر ہُوں[3]۔

حضرت عمر[4] رضی اللہ عنہ اور حضرت خالد[5] رضی اللہ عنہ وہاں حاضر تھے (یکے بعد دیگرے) ہر ایک[6] نے عرض کیا، یا رسول اللہ اجازت دیجیے اس کی گردن اُڑا دُوں۔ فرمایا، نہیں[7] بہت ممکن ہے نماز پڑھتا ہو۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے عرض کیا، یا رسول اللہ کتنے ہی نمازی ہوتے ہیں جن کی زبان پر وہ ہوتا ہے جو ان کے دل میں نہیں ہوتا۔

ہادئ برحق صلّی اللہ علیہ وسلّم کا ارشاد ہُوا:

مجھے یہ حکم نہیں دیا گیا کہ لوگوں کے دلوں کو کریدوں اور نہ یہ حکم ہُوا ہے کہ ان کے پیٹ چاک کروں۔

یہ شخص چل دیا جب یہ پیٹھ پھیرے جا رہا تھا تو آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم نے اس پر نظر ڈالی، پھر فرمایا، اس کے سلسلے سے ایک قوم رونما ہوگی، جن کی زبانیں تلاوت کلام اللہ سے تر رہیں گی، مگر یہ تلاوت ان کے حلق سے آگے نہ بڑھے گی (نہ دل پر اثر انداز ہوگی اور نہ عند اللہ قبول ہوگی) وہ دین سے ایسے نکل جائیں گے جیسے تیر شکار کو پار کر کے نکل جاتا ہے[1]۔

ارشاد ہُوا کہ اس شخص کے ساتھی ہوں گے ایسے نمازی، ایسے روزہ دار کہ تم اپنی نمازوں اور اپنے روزوں کو ان

---

[1] بخاری شریف ص۱۰۲۴ اس شخص کا حلیہ بھی بیان کیا گیا ہے۔ آنکھیں گڑی ہوئیں، کلّے چوڑے، پیشانی ابھری ہوئی، گھنی داڑھی، سر گھٹا ہُوا۔

[2] بخاری شریف ص۵۰۹ رسول اللہ طنزاً کہا۔ یعنی آپ خدا کے رسول بننے میں انصاف کیجیے۔

[3] بخاری شریف ص۵۰۹ وغیرہ

[4] بخاری شریف ص۵۰۹ وغیرہ۔ [5] بخاری شریف ص۶۲۴ وغیرہ۔ [6] یکے بعد دیگرے۔ [7] بخاری شریف ص۶۲۴ وغیرہ۔

کی نمازوں اور روزوں کے مقابلہ میں حقیر سمجھو گے مگر یہ دین سے ایسے نکل جائیں گے جیسے تیر شکار کو پار کر کے نکل جاتا ہے۔ تیر کے پروں کو دیکھو، اس کی دھار دار نوک کو دیکھو، اس تانت کو دیکھو جس سے نوک (تیر کے پھل) کو کسا گیا ہے، پھر تیر کی اس سادی لکڑی کو دیکھو (جس میں تیر کا پھلکا لگا ہوا ہے) کہیں بھی کوئی نشان نہیں دیکھو گے، انتڑیوں میں بھری غلاظت اور رگوں میں دوڑنے والے خون کو پار کر کے یہ تیر نکلا ہے۔ مگر ان کا کوئی نشان اس تیر کے کسی حصّہ پر نہیں ہے[1] (اسی طرح ایمان یا ان کی اطاعت کے ثواب کا کوئی نشان ان ازلی مردودوں کے اوپر نہیں ہوگا) یہ لوگ اہلِ اسلام کو قتل کریں گے اور بُت پرستوں[2] کو چھوڑیں گے[3]۔

نیز ارشاد ہوا ـــــ ان کا ظہور اس وقت ہوگا جب لوگوں میں پھوٹ پڑی ہوئی ہوگی[4]۔

چنانچہ ہادیِ اعظم، رسولِ برحق صادق مصدوق صلّی اللہ علیہ وسلّم کی پیشین گوئی کے بموجب اس جماعت کا ظہور عین اس وقت ہوا جب رحمۃ للعالمین صلّی اللہ علیہ وسلّم کے سچّے وارث، حق و صداقت کے علمبردار، سفینۂ اُمّت کے ناخدا، مقامِ صفّین پر آپس میں نبرد آزما تھے اور ہر ایک نے اپنی طرف سے ایک حکم (پنچ) مقرّر کر کے جنگ کو ملتوی کیا تھا، اس جماعت کا حشر اور انجام کیا ہوا، اس کو آگے بیان کیا جائے گا۔ اس وقت یہ عرض کرنا ہے کہ ۳۷ھ میں النوار جنگ کے دور میں جب اس جماعت کا ظہور ہوا تو گویا ایک سیلاب تھا جو ملّتِ اسلامیہ کی پوری وادی پر چھا گیا تھا۔ ایک دلکش جملہ "ان الحکم الا للّٰہ" ان کی زبان پر تھا (کہ کسی ثالث یا پنچ کو فیصلہ کا کوئی حق نہیں، فیصلہ کرنے کا حق صرف اللہ تعالیٰ کو ہے۔ یہ دلکش جملہ (جس[5] کی عملی شکل اس کے سوا کچھ نہیں تھی جس سے یہ لوگ گریز کر رہے تھے) صرف اس لیے ایجاد کیا گیا تھا کہ عقل و فہم سے بے بہرہ جذباتی لوگوں کو مغالطہ میں ڈال سکیں۔ چنانچہ اس مقصد میں یہ لوگ کامیاب ہوئے اور جیسا کہ صادق مصدوق رسالتمآب صلّی اللہ علیہ

---

[1] بخاری شریف ص ۱۰۲۴

[2] یعنی سلسلہ قتل و قتال بت پرستوں کے بجائے مسلمانوں سے برپا کریں گے۔

[3] بخاری شریف ص ۴۷۲ ـــــ [4] بخاری شریف ص ۱۰۲۴ و ص ۹۱۰۔

[5] یعنی یہ صحیح ہے کہ فیصلہ وہی صحیح ہے جس کو خداوندی فیصلہ کہا جائے، لیکن خداوندی فیصلہ معلوم کرنے کی شکل یہی ہے کہ اہلِ علم معاملہ کی نوعیت کو سامنے رکھیں، پھر ارشادات خداوندی یعنی قرآن پاک کی آیات پر نظر ڈال کر اس معاملہ کے متعلق کوئی حکم آیات و احادیث سے اخذ کریں۔ اس وقت حضرت علی اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہما اسی ارشاد کی تعمیل کر رہے تھے کہ ہر ایک نے اپنی طرف سے ایک حکم اور ثالث مقرر کر دیا تھا اور ان کے فیصلہ کے منتظر تھے۔

وسلّم نے خبر دی :

حُدَثَاءُ الْاَسْنَانِ ، سُفَهَاءُ الْاَحْلَامِ[1]

(نوخیز و نو عمر اوچھی عقلوں والے جذباتی) لوگوں کی بھیڑ ان کے ساتھ ہوگئی۔

اب غور فرمائیے جو اِنِ الْحُکْمُ اِلَّا لِلّٰہِ جیسی واضح آیت کے صاف مفہوم کو چھوڑ کر ایسے غلط اور مضحکہ خیز معنی اس کو پہنا رہے تھے، جس کی وضاحت وہ خود نہیں کر سکتے تھے، صرف اس لیے کہ ناسمجھ و نادان جذباتی انسانوں کو برانگیختہ کر کے اپنا ہم نوا بنا سکیں۔ تو وہ قرآن پاک کی اور آیتوں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کے ارشادات مبارکہ میں کیا کچھ ردّو بدل اور تحریف نہیں کر سکتے تھے، اُن سے کون کہہ سکتا تھا اور کوئی کہہ بھی دیتا تو ان بے باکان صدق و صفا پر اس کا اثر کیا ہو سکتا تھا کہ رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلّم کی طرف غلط بات منسوب کرنے والے کا ٹھکانا جہنم ہے۔ بہت ہی پیچیدہ اور بہت ہی نازک صورتِ حال یہ تھی کہ جب یہ لوگ زہد و تقویٰ، عبادت گزاری اور قرآن خوانی کے پورے مظاہرہ کے ساتھ پرہیزگاروں اور پاکبازوں کی شکل بنا کر کہتے ہیں قال رسول اللہ کذا (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم نے یہ فرمایا) تو بجز اُن کے جو ان کی سازشوں سے واقف تھے اور بھگت رہے تھے، عام مسلمانوں کے لیے کب ممکن تھا کہ ان کی بات کو غلط گردانیں۔

اس جماعت کا زوال : کلمۂ خبیثہ اور دعوتِ باطل کی مثال اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام پاک میں یہ دی ہے۔

كَشَجَرَةٍ خَبِيثَةٍ اجْتُثَّتْ مِنْ فَوْقِ الْأَرْضِ مَا لَهَا مِنْ قَرَارٍ۔ (سورۃ ابراہیم۔ آیت ۲۶)

جیسے گندہ درخت اکھاڑ دیا گیا زمین کے اوپر سے ہی (اس کی جڑ اوپر ہی رکھی تھی۔ جڑ سے اکھاڑنے کے لیے زمین کھودنی نہیں پڑی) نہیں اس کو ٹھہراؤ۔

یہ حق کی نمائش کرنے والی باطل پرست جماعت نہ صرف اہلِ حق بلکہ خود حق و صداقت کے لیے خطرۂ عظیم تھی منافقوں کا نفاق گناہِ عظیم تھا جس کا نتیجہ یہ تھا کہ جہنّم کا سب سے نیچے کا طبقہ ان کے حصّہ میں آیا لیکن ان کے نفاق میں جارحیت نہیں تھی، انھوں نے اہلِ ایمان کے قتل کو اپنا نصب العین نہیں بنایا تھا مگر اس جماعت کی خصوصیت یہ تھی۔

يَقْتُلُوْنَ اَهْلَ الْاِسْلَامِ[2] (اہلِ اسلام کو قتل کریں گے)

---

[1] بخاری شریف ص ۵۱۰

[2] بخاری شریف ص ۴۷۲

تاریخ ایسے لرزہ خیز واقعات سے بھری ہوئی ہے کہ ان بدبختوں نے بلا وجہ نیک بخت مؤمن کو قتل کیا اور اس کو جہادِ عظیم سمجھا۔ ابن[1] ملجم وغیرہ اسی جماعت کے سُورما تھے۔ جنھوں نے حرم مکہ معظمہ[2] میں بیٹھ کر ہر سہ عمائدین یعنی سیدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے قتل کا منصوبہ بنایا تھا۔ بظاہر اس جماعت کی یہ جارحیت ہی تھی جس کی بناء پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس جماعت کی خصوصیات بیان فرمائیں تو یہ بھی فرمایا:

لئن ادرکتھم لا قتلنھم قتل عاد[3]۔ — اگر یہ لوگ میرے سامنے آگئے تو یقیناً میں ان لوگوں کو ایسے ہی قتل کروں گا جیسے قومِ عاد کو قتل کیا گیا[4]۔

اُمتِ اسلامیہ کو یہ ہدایت فرمائی:

فاینما لقیتموھم فاقتلوھم فان فی قتلھم لاجراً لمن قتلھم یوم القیامۃ[5]۔ — جہاں ان سے مقابلہ ہو ان کو قتل کرو کیونکہ جو ان کو قتل کرے گا قیامت کے روز اس کو اس قتل کرنے کا اجر ملے گا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس جماعت کی ایک علامت یہ بھی بتلائی تھی کہ اس جماعت میں ایک ایسا شخص ہوگا جو سیاہ فام ہوگا اور اس کا ایک بازو گوشت کے لوتھڑے یا پستان کی طرح ہوگا جو پھڑکتا رہیگا[6]۔

بہرحال یہ سعادت اللہ تعالیٰ نے فاتح خیبر سیدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لیے مخصوص فرمادی تھی کہ اس جماعت سے آپ کی جنگ ہوئی اور آپنے اس کا شیرازہ منتشر کر دیا۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ جو اس حدیث کے راوی ہیں جس طرح وہ اپنی روایت کی توثیق کیلیے فرمایا کرتے تھے۔

---

[1] عبدالرحمٰن بن ملجم مرادی۔ البرک بن عبداللہ التمیمی وعمر بن بکیر التمیمی۔
[2] تاریخ الخلفاء صـ ۱۲۳۔
[3] بخاری شریف صـ ۴۷۲۔
[4] یعنی ان کو قوم عاد کی طرح بے نام ونشان کر دوں گا۔ (کرمانی والخیر الجاری)۔
[5] بخاری شریف صـ ۱۰۲۳۔
[6] بخاری شریف صـ ۵۰۹ و صـ ۱۰۲۴ وغیرہ۔

اشھد لسمعت من النبی صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم

مَیں شہادت دیتا ہُوں کہ مَیں نے یہ ارشاد خود آنحضرت صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم کی زبان مبارک سے سُنا ہے۔

ساتھ ہی آپ یہ بھی فرمایا کرتے تھے :

واشھد ان علیاً قتلھم وانا معہ جیئ بالرجل علی النعت الذی نعت النبی صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم [۱]

مَیں شہادت دیتا ہُوں کہ سیدنا حضرت علی رضی اللّٰہ عنہ نے ان لوگوں کو قتل کیا۔ مَیں آپ کے ساتھ تھا۔ (جنگ ختم ہوئی) تو ایک مقتول لایا گیا جس کا حلیہ وہی تھا جس کی پیشین گوئی آنحضرت صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم نے فرمائی تھی۔

اس واقعہ کی تعبیر قرآنی الفاظ میں اس طرح کی جا سکتی ہے کہ یہ جماعت شجرِ خبیثہ تھی، زمین کی گہرائی میں نہیں بلکہ اوپر کی سطح میں اس کی جڑ رکھی ہوئی تھی جس کو سیدنا علی رضی اللّٰہ عنہ نے اکھاڑ کر پھینک دیا۔

واضعینِ حدیث : بلا شبہ سیدنا علی رضی اللّٰہ عنہ نے خوارج کے شجرِ خبیثہ کو اکھاڑ کر پھینکا، ان کی سیاسی قوت کو چکنا چُور کر دیا، لیکن اس فرقہ کا آغاز جب فتوئ تکفیر سے ہُوا تھا تو اس کی سیاست ابتداء ہی سے مذہب بن گئی تھی، پھر اس میں اور عقائد کا بھی اضافہ ہوتا رہا۔ یہ مذہب آج تک باقی ہے اور جو اس مذہب سے وابستہ ہیں وہ ان تمام خصوصیات کے حامل ہیں جو آنحضرت صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم نے بیان فرمائی ہیں۔ ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ :

"ان کی زبانوں پر وہ اقوال ہوں گے جو خلقِ خدا کے اقوال میں بہتر مانے جاتے ہیں یقولون من خیر قول البریۃ [۲] یعنی آیاتِ کتاب اللّٰہ اور احادیثِ رسول اللّٰہ زبانوں پر ہوں گی"۔ یقولون من قول خیر البریۃ (خیر البریہ یعنی آنحضرت صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم کا حوالہ دے کر بات کیا کریں گے)

لیکن آنحضرت صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم کے ارشادِ گرامی کے بموجب ان کے دلوں میں ایمان کا نام و نشان نہ ہوگا تو لامحالہ جو آیات اور احادیث وہ استعمال کریں گے، بے محل استعمال کریں گے۔ یعنی تحریفِ معنوی کریں گے۔ اور

---

[۱] بخاری شریف ص ۱۰۲۴ ج ۲

[۲] بخاری شریف ص ۱۰۲۴ ج ۲

یہ بھی ہوگا کہ جو قولِ رسول نہیں ہوگا، اس کے متعلق کہیں گے: قال رسول اللہ یعنی احادیث وضع کریں گے۔

بہرحال ایک یہ فرقہ تھا، جو وضع حدیث میں بے باک تھا۔ اس فرقہ کا ظہور ۳۷ھ میں ہُوا اور اس سے بارہ سال پہلے عبداللہ بن سبا کی سازش شروع ہوگئی تھی، جس کی بنیاد ہی فرضی تحریروں پر تھی۔

مؤرخین کے متفقہ بیان کے بموجب عُمّال اور مقامی حکّام کے متعلق وہ اپنی تحریروں میں غلط اطلاعات دیتے تھے۔ مثلاً کسی مقام پر کوئی مقدمہ ہُوا نہ کوئی فیصلہ، مگر دوسری جگہ ظالمانہ فیصلہ کی اطّلاع دیکر اپنے یہاں کے حاکم کو بدنام کر دیا۔ یہ اُن کا ایک طے شدہ پروگرام تھا۔ اسی طرح وہ حضرات صحابہ کے نام سے خطوط لکھ کر لوگوں میں ہیجان پیدا کرتے تھے۔

جب یہ گمراہ اور باطل فرقے رونما ہو کر تلاطم برپا کر چکے تھے، حتّٰی کہ سبائی فرقہ قتلِ عثمان (رضی اللہ عنہ) کے منصوبہ میں کامیاب بھی ہو چکا تھا تو کیا یہ کہنا غلط ہوگا کہ حضراتِ صحابہؓ کے متعلق کوئی روایت صرف اسی صورت میں تسلیم کی جائے کہ وہ قرآن پاک کی تصریحات کے خلاف نہ ہو۔

اصولِ فقہ کا عام ضابطہ ہے کہ ایسی کوئی روایت قابلِ اعتماد نہیں ہوتی جو نصوص قرآن پاک کی آیات یا سُنّت مشہورہ کے خلاف ہو۔ قرآن پاک کی آیات صحابہ کرام کو "راشد" اور ایسا پاکباز قرار دیتی ہیں جنھیں کفر، فسق اور عصیاں سے گہری نفرت ہے۔ جن کے دلوں میں ایمان سجا ہُوا ہے تو لامحالہ ایسی تمام روایتیں ناقابلِ تسلیم ہوں گی بلکہ ان کی تردید اور تغلیط لازم اور واجب ہوگی جن سے دامنِ صحابہ داغ دار ہو۔ اگر وہ روایت بظاہر صحیح سند بھی ہو، تب بھی وہ اس "علّتِ خفیہ" کی وجہ سے "سقیم" ہوگی۔

دینِ متین کی حفاظت و استقامت

کلمہ طیبہ اور دعوتِ حق کی مثال کلامِ الٰہی نے یہ دی ہے:

كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ اَصْلُهَا ثَابِتٌ وَّ فَرْعُهَا فِي السَّمَاۗءِ تُؤْتِيْٓ اُكُلَهَا كُلَّ حِيْنٍۢ بِاِذْنِ رَبِّهَا۔

(سورۃ ابراہیم)

جیسے پاکیزہ اور ستھرا درخت اس کی جڑ مضبوط (زمین کی تہ میں اس کی پیلیں پھیلی ہوئیں) اور اس کی شاخ فلک بوس (آسمان تک پہنچی ہوئی) لاتا ہے اپنا پھل ہر وقت اپنے رب کے حکم سے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مشہور ارشاد ہے۔

لا یزال من امتی قائمۃ بامر اللہ لا یضرھم من خذلھم ولا من خالفھم حتی یاتی امر اللہ وھم علی ذلک (متفق علیہ[1])

میری اُمّت میں ایک ایسا گروہ ہمیشہ رہے گا جو خدا کے حکم پر قائم (اور ثابت قدم) رہے گا۔ کوئی ان کی مدد چھوڑ کر یا ان کی مخالفت کر کے اس کو نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔

قسام ازل نے یہ سعادت عظمیٰ فاروقِ اعظم سیدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے لیے مقسوم فرمائی تھی کہ آپ کا فاتحانہ پرچم جہاں جہاں پہنچتا رہا، وہاں قرآن حکیم اور فرائض اسلام کی تعلیم کے ادارے آپ کے حکم سے قائم ہوتے رہے۔ یہ ادارے شجر اسلام کی پہلیں اور زمین کی رگوں میں گھسی ہوئی جڑ کی شاخیں تھیں۔ جو نہ اس وقت اُکھڑ سکیں اور چودہ صدیاں گزر چکنے کے بعد آج بھی ان کو اکھاڑ پھینکنا کسی انسانی طاقت کے امکان میں نہیں ہے۔ واللہ یؤید بنصرہ من یشاء۔

علامہ ابن حزم تحریر فرماتے ہیں۔

ولی عمر ففتحت بلاد الفرس طولاً و عرضاً فتحت الشام کلھا والجزیرہ و مصر ولم یبق بلد الا وبنیت فیہ المساجد ونسخت فیہ المصاحف وقرأ الائمۃ القرآن واعلموہ الصبیان فی المکاتب شرقاً وغرباً۔ (الملل والنحل ج ۲ ص ۶۷)

زمامِ خلافت حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سپرد ہوئی تو فارس کے تمام شہر فتح ہو گئے۔ اس طرح پورا شام اور جزیرہ (دجلہ اور فرات کا درمیانی علاقہ) اور مصر فتح ہو گیا۔ ان علاقوں میں جو بھی شہر تھا، اس میں مسجدیں تعمیر کی گئیں، قرآن پاک نقل کیے گئے، ائمہ قرآن خود پڑھتے تھے اور مکتبوں میں بچوں کو قرآن پڑھاتے تھے شرقاً و غرباً (تمام مملکت میں یہی دستور تھا۔)

کلھم قد اسلموا او بنوا المساجد لیس منھا مدینۃ ولا قریۃ

ممالک مفتوحہ کے تمام باشندے مسلمان ہو گئے۔ انھوں نے مسجدیں تعمیر کرائیں۔ ان مفتوحہ علاقوں میں

---

[1] مشکوٰۃ شریف باب ثواب ھذہ الامۃ۔

ولا حلة الاعراب الاوقد قرئ فیه القرآن فی الصلوات وعلمه الصبیان والرجال والنساء (الملل والنحل ج ۲ ص ٦٦)	کوئی شہر کوئی گاؤں یا بدویوں کی کوئی فرودگاہ ایسی نہیں رہی تھی کہ جس میں نمازیں، قرآن شریف نہ پڑھا جاتا ہو اور بچوں، بڑوں اور عورتوں کو اس کی تعلیم نہ دی جاتی ہو۔

یہ قرآن پاک کی تعلیم و تعلّم کا سلسلہ تھا۔ احادیثِ مبارکہ اس وقت مرتّب و مدون نہ تھیں کہ ان کو بھی مکاتب کے نصاب میں داخل کیا جاتا۔ البتّہ روایت حدیث کے کچھ ضابطے مقرّر فرما دیئے اور کچھ حلقے قائم کر دیئے جہاں اکابر صحابہ احادیث بیان کرتے مقدمات کا فیصلہ کرتے اور پیش آنے والے واقعات کے متعلق فتویٰ بھی صادر کیا کرتے تھے۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدّث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"فاروقِ اعظم علماء صحابہ را باقالیم دارالاسلام روان ساخت وامر کرد باقامت در شہر ہا و بر دایت حدیث در آنجا[1] ......"

اس طرح پوری مملکت میں بہت سے حلقے قائم ہو گئے۔ ان میں مکّہ معظمہ، مدینہ منوّرہ اور کوفہ مرکزی حیثیت رکھتے تھے۔ جہاں حضرت عبداللہ ابن مسعود، حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت عبداللہ بن عباس جیسے حضرات روایتِ حدیث اور افتا اور قضا کی خدمات انجام دیا کرتے تھے۔

ان حلقوں کی مرکزیت آج تک تسلیم کی جاتی ہے۔

حفاظتِ دینِ حق کے ان مرکزوں کے مقابلہ پر باطل نے بھی پر پھیلائے۔ وضع حدیث کی رفتار تیز ہو گئی۔ باطل پرستوں کی فن کاری کی ایک مثال ملاحظہ فرمایئے۔ روایت حدیث کا ایک مدّعی جابر بن یزید تھا۔ اس نے سلام بن سطیع سے کہا:

عندی خمسون الف حدیث عن النبی صلّی اللہ علیہ وسلّم	(میرے پاس پچّاس ہزار حدیثیں ہیں جو آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم سے منقول ہیں)

حضرت جراح بن ملیح سے بیان کیا کہ میرے پاس آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کی ستّر ہزار حدیثیں ہیں۔

---

[1] ازالۃ الخفا ص ٢١٥ ج ٢۔

جو جابر جُعفی کے واسطے سے پہنچی ہیں۔ مگر اس جابر بن یزید کی شان یہ تھی کہ علماء کا خیال تھا کہ یہ خارجی ہے۔ اس کی تصدیق اس سے ہوئی کہ اس نے سورہ یوسف کی آیت فَلَنْ اَبْرَحَ الْاَرْضَ حَتّٰی یَاْذَنَ لِیْٓ اَبِیْٓ اَوْ یَحْکُمَ اللّٰہُ لِیْ وَھُوَ خَیْرُ الْحٰکِمِیْنَ کی تفسیر[۱] وہ کی جو سبائی جماعت نے گھڑ رکھی تھی کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ زندہ ہیں یا دلوں میں ہیں اور اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سے جو شخص امامت کا دعویٰ کرے، ہم اس کا ساتھ نہ دیں، یہاں تک کہ حضرت علیؓ بادلوں میں سے یہ ندا دیں کہ فلاں کا ساتھ دو[۲]۔

امام حدیث حضرت مُسلم رحمۃ اللہ نے اپنی صحیح مسلم کے مقدمہ میں حارث بن حصیرہ ابو داؤد اعمیٰ وغیرہ کے چند نام لیے ہیں اور فرمایا کہ اس طرح کے واضعین حدیث اور ان کے متعلق علماء حق کی تنقیدات اگر بیان کی جائیں تو ضخیم کتاب ہو جائے۔ یہاں چند نام بطور مثال پیش کیے ہیں تاکہ اصحاب فکر و نظر اصل صورتِ حال کا اندازہ کر سکیں[۳]۔

لیکن وہ حضرات جو درس حدیث اور افتاء وغیرہ کے لیے ان مرکزوں میں قطب ارشاد تھے، وہ اسلام اور دینِ حق کے مزاج شناس تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہِ اقدس میں ان کی جو حاضری رہی تھی، اس نے ان کی فراست ایمانی کو کسوٹی بنا دیا تھا، وہ کھوٹ کو فوراً پہچان لیتے تھے۔ ظاہر ہے ارشاداتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے انوار ان مخترعات کو کہاں مُیسّر ہو سکتے تھے۔ بلکہ اُن میں جو اختراع اور افترا کی تاریکی ہوتی تھی، وہ فوراً ان روشن ضمیر حضرات کے آئینہ وجدان میں نظر آجاتی تھی اور وہ ان روایتوں کی طرف التفات بھی نہیں کرتے تھے۔

۱؎ یہ حضرت یوسف علیہ السلام کے بڑے بھائی کا قول ہے۔ جب یہ بھائی حضرت یامین کو لے گئے۔ اور حضرت یعقوب سے یہ معاہدہ کر گئے تھے کہ ہم ان کے محافظ ہوں گے اگر ہم سب ہی کہیں گھر جائیں تو مجبور رہیں گے ورنہ ہم عہد کرتے ہیں کہ ان کو پوری حفاظت کے ساتھ واپس لائیں گے۔ پھر صورت یہ پیش آئی کہ حضرت یامین بادشاہ کے پیالے کے چوری کے الزام میں روک لیے گئے تو بڑے بھائی جو سب کے سربراہ تھے انھوں نے باقی بھائیوں سے کہا کہ تم والد صاحب کے پاس جاکر واقعہ بیان کر دو اور اپنے متعلق کہا لن ابرح الارض یعنی میں تو یہاں سے اس وقت تک نہیں ہٹوں گا۔ جب تک والد صاحب اجازت نہ دے دیں، یا اللہ تعالیٰ کا کوئی فیصلہ نہ ہو جائے۔

۲؎ مسلم شریف ص۱۵ ج۱ ـــــــ ۳؎ مسلم شریف ص۲ ج۱

روایت حدیث کا ایک مدّعی بشیر بن کعب عدوی بھی تھا۔ وہ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کی خدمت میں آیا اور حدیثیں بیان کرنے لگا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے اس کی طرف التفات بھی نہیں فرمایا، تو بشیر نے کہا۔ میں آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کی حدیثیں بیان کر رہا ہوں اور آپ التفات بھی نہیں کرتے؟

سیدنا حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: "آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کے ارشادات یقیناً اس احترام کے مستحق ہیں کہ انسان سراپا گوش بن کر ان کو سنے اور یاد رکھے۔ ہماری بھی حالت یہ تھی کہ جب کوئی کہتا، قال رسول اللہ، تو ہمارے کان سراسر اشتیاق بن جاتے تھے، مگر جب لوگوں نے اس مقدّس انتساب کے ساتھ رطب ویابس سب کچھ بیان کرنا شروع کر دیا تو اب ہم صرف انھیں روایتوں کی طرف متوجّہ ہوتے ہیں جن سے ہمارے کان پہلے سے آشنا ہوتے ہیں۔"

ان پختہ کار بزرگوں کے طفیل سے وہ اہلِ علم بھی صراف بن گئے تھے جن کو ان اکابر سے شرف تلمّذ حاصل تھا۔ وہ فوراً پہچان لیتے تھے کہ یہ زرِ خالص ہے اور یہ کھوٹ ہے، چنانچہ یہی جابر بن یزید جس کا ذکر اُوپر گزرا، حضرت سفیان نے فرمایا کہ اس کی روایت کردہ تیس ہزار حدیثیں میرے پاس ہیں مگر میں قطعاً جائز نہیں سمجھتا کہ ان میں ایک روایت بھی بیان کروں[1]۔

بہرحال ان علمی مراکز کی روشنی نے وضع حدیث کی تاریکی کو بڑھنے نہیں دیا لیکن سلسلہ احادیث میں یہ بات ضرور پیدا کر دی کہ ہر وہ روایت جس کو حدیث سے تعبیر کیا جائے اس قابل نہیں رہی کہ اس کو حدیث مان ہی لیا جائے بلکہ اس کو حدیث اسی وقت مانا جائے گا جب وہ آیاتِ قرآنی اور سنّتِ مشہورہ کے مخالف نہ ہو۔

بہرحال سبائی پارٹی اور خوارج کی یہی فتنہ انگیزی اور ان کا یہی دجل وفریب تھا جس سے بچنے کے لیے حضرات محدّثین نے کسی حدیث کے صحیح ہونے کے لیے ایک طرف یہ شرط لگا دی کہ راوی صحیح العقیدہ ہو، وہ خارجی، رافضی یا بدعت کا داعی اور بانی نہ ہو، دوسری طرف اس کا عملی پہلو یہ تھا کہ ہر ایک راوی کے ذاتی حالات واخلاق اور اس کے عقائد کی تحقیق شروع کر دی۔ سینکڑوں پاکباز وخدا ترس

---

[1] مسلم شریف صد ۱۵ ج ۱۔

طالبانِ حق ہیں جنھوں نے اپنی زندگیاں اس تحقیقات پر صرف کر دیں۔ بھوڑے سے راوی وہ ہیں جن کے بارے میں ان محققین کی آرا مختلف ہوئیں، جس کی وجہ یہ تھی کہ ان کی زندگی کے تمام پہلوان کے سامنے نہیں آسکے۔ کسی کے سامنے زندگی کا وہ رُخ آیا کہ قابلِ اعتماد اور قابلِ تعریف تھا، کسی کے سامنے وہ دوسرا رخ آگیا جس نے اس کو ناقابلِ اعتماد گردان دیا۔ ان بھوڑے سے راویوں کے علاوہ تمام راوی وہی ہیں جن کے بارے میں حضرات محققین کی رائیں متفق رہیں کہ وہ قابلِ اعتماد ثقہ اور عادل ہے یا نہیں ہے۔ جن کے حالات معلوم نہیں ہو سکے ان کو مستور الحال یا مجہول قرار دیا اور ان کی روائتیں درجہ صحت سے ساقط مانی گئیں۔ ••

ــــــ ضروری نوٹ ــــــ

رسالہ کی اشاعت میں چند ماہ سے مسلسل تاخیر کا سبب سفید کاغذ کی نایابی اور اس کی بے پناہ مہنگائی ہے، گذشتہ پرچہ (بابت جمادی الاولیٰ) کی کاپیاں پریس میں محض کاغذ دستیاب نہ ہونے کے باعث کوئی پندرہ دن یوں ہی پڑی رہیں،

اس صورتِ حال سے مجبور ہو کر ادارہ زیرِ نظر پرچہ ۵۶ صفحات کے بجائے بتیس صفحات پر شائع کر رہا ہے۔

نیوز پرنٹ کا کوٹہ حاصل کرنے کی سعی جاری ہے، اگر یہ سعی مشکور ہوئی تو انشاءاللہ آئندہ پرچہ ۵۶ صفحات یا ۵۶ سے بھی زائد صفحات پر مشتمل ہوگا۔ اور اشاعت میں اتنی تاخیر بھی نہیں ہوگی ـــ واللہ الموفق والمعین۔

(صفحات کم ہونے کی وجہ سے اس شمارہ میں کتابوں پر تبصرہ اور طویل مضامین کی اشاعت کی گنجائش نہیں ہو سکی۔)

سید حامد میاں مہتمم جامعہ مدنیہ طابع و ناشر نے مکتبہ جدید پریس لاہور سے چھپوا کر
دفتر ماہنامہ انوارِ مدینہ، جامعہ مدنیہ کریم پارک لاہور سے شائع کیا۔

نعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم

حافظ لدھیانوی

تجھ سے منوّر ہو گئے فکر و نظر کے بام و در
ہر لحظہ ہر اک آن ہے شام و سحر میں جلوہ گر
تیرا جمالِ دل نشیں
اے رحمۃٌ للعلمیں

سب ہیں کرم کے منتظر اے شافعِ روزِ جزا
اے مظہرِ لطف و عطا اشکِ ندامت کے سوا
دامن میں کچھ رکھتے نہیں
اے رحمۃٌ للعلمیں

گلہائے رنگا رنگ میں جلوہ تیرا تیری مہک
تابندہ تیرے نور سے شمس و قمر ہیں آج تک
ہے زیرِ پا چرخِ بریں
اے رحمۃٌ للعلمیں

اے مطلعِ انوارِ حق اے قافلہ سالارِ حق
تیرے ورودِ پاک سے ظاہر ہوئے اسرارِ حق
روشن ہوئی شمعِ یقیں
اے رحمۃٌ للعلمیں

اے زینتِ کون و مکاں اے رونقِ بزمِ جہاں
اے باعثِ آرامِ جاں ہر لمحہ تجھ سے ضوفشاں

ہر سانس تجھ سے انگبیں
اے رحمۃٌ للعٰلمیں

تو مظہرِ نورِ خدا قلب و نظر کی روشنی
تیری عطا قلبِ تپاں تجھ سے ہے سوزِ زندگی

اے دل کی دھڑکن کے مکیں
اے رحمۃٌ للعٰلمیں

تجھ سے فروغِ حُسن ہے تجھ سے بہارِ جاں فزا
خوشبو سے دامانِ نظر یکسر معطّر ہو گیا

بکھریں جو زلفِ عنبریں
اے رحمۃٌ للعٰلمیں

کعبے کی تجھ سے حرمتیں تجھ سے حرم کی رونقیں
طیبہ کی تجھ سے زینتیں تجھ سے ملی ہیں عظمتیں

اے رہبرِ دنیا و دیں
اے رحمۃٌ للعٰلمیں

اے معدنِ جود و سخا اے صادق الوعد و امیں
تیرے کرم سے مل گیا عرفانِ دیں سوزِ یقیں

ایماں کی شمعیں جل اُٹھیں
اے رحمۃٌ للعٰلمیں

تیرا وجودِ پاک ہے تخلیقِ عالم کا سبب
شمعِ شبستانِ حرم اے سیّدِ والا نسب

پاکیزہ تن روشن جبیں
اے رحمۃً للعٰلمیں

حافظؔ پہ بھی لطف و کرم اس کا بھی رہ جائے بھرم
کیا اس سے ہو تیری ثنا کیا نعت ہو تیری رقم
کوئی ہنر رکھتا نہیں
اے رحمۃً للعٰلمیں

"امام ربانی مجدد الف ثانیؒ"

مصنفہ : پروفیسر محمد اسلم صاحب صدر شعبۂ تاریخ پنجاب یونیورسٹی لاہور

قیمت : ایک روپیہ صرف

ملنے کا پتہ : ندوۃ المصنفین ۹۵۰ اینٹ سمن آباد، لاہور

جسمانی، دماغی، اعصابی کمزوری کی خاص دوا

شدھ مکردھوج وٹی

یہ گولیاں جسمانی، دماغی ہر قسم کی طاقتوں کو بحال کرتی ہے۔ بینائی کی محافظ ہیں، گردہ، معدہ، سنگرہنی، مثانہ اور جگر کی کمزوری اور دل کی دھڑکن وغیرہ امراض کو رفع کرتی ہیں، ذیابیطس کا خاص علاج ہیں، چہرہ کی زردی، خون کی کمی، دبلاپن، ضعفِ معدہ دور کرکے خون بڑھاتی ہیں۔ قیمت: پچاس گولی سات روپے۔ ایک گولی صبح و شام ہمراہ دودھ۔

حکیم محمد عبداللہ آیور ویدک فارمیسی شاہ عالمی پاپڑ منڈی لاہور

درس حدیث

آں امن الناس بر مولائے ما

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ

شیخ الحدیث حضرۃ مولانا سید حامد میاں مدظلہ مہتمم جامعہ مدنیہ لاہور

ترتیب : مولوی خوشی محمد اعجاز

گذشتہ درس حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فضائل و مناقب پر مشتمل تھا، آج بھی آپ ہی کے فضائل بیان ہوں گے :

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ امرنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان نتصدق ہمیں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صدقہ کرنے کا حکم دیا فرماتے ہیں کہ وافق ذٰلک عندی مالا اس زمانہ میں میرے پاس مال بہت تھا، میں نے کہا کہ اگر کبھی یہ ہوسکتا ہے کہ میں صدیق اکبر سے نیکیوں میں سبقت لے جاؤں تو آج (یقیناً) ایسا موقعہ ہے کہ میں ان سے بڑھ سکتا ہوں (کیونکہ حضور نے مال طلب فرمایا تھا اور اس وقت آپ کے پاس مال بہت تھا : تو خیال یہ تھا کہ آج میں صدیق اکبر کی بہ نسبت زیادہ مال راہ خدا میں دے کر ان سے بڑھ جاؤں گا) یہ بھی سمجھ لینا چاہیئے کہ نیکی اور اچھے کاموں میں ایک دوسرے سے بڑھنے کی خواہش اور تمنا بری بات نہیں ہے کیونکہ نیکی اور عمل صالح سے حق تعالیٰ کا قرب حاصل ہوتا ہے اس لئے ہر شخص کی یہ تمنا ہونی ہی چاہیئے کہ اسے زیادہ سے زیادہ قرب میسر ہو، قرآن کریم میں ارشاد ہے فاستبقوا الخیرات [پ ۲] نیکیوں میں سبقت کرو، سارعوا الیٰ مغفرۃ [پ ۴]، سابقوا الیٰ مغفرۃ [پ ۲۷]۔

تو فاروق اعظم ہمیشہ سے صدیق اکبر کو ہر نیکی میں بڑھا ہوا پاتے آئے تھے : آج ان کا خیال یہ تھا کہ میں ان سے بڑھ جاؤں گا، فرماتے ہیں کہ میں اپنا آدھا مال حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے آیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ گھر والوں کے لئے کیا چھوڑ آئے ہو، جواب دیا کہ اتنا ہی چھوڑ آیا ہوں (کہ جتنا لے آیا ہوں)

اتنے میں حضرت ابوبکرؓ تشریف لائے ۔ اور اپنا مال حضور کی خدمت میں پیش کر دیا آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم نے وہی سوال ان سے بھی کیا کہ گھر والوں کے لیے کیا چھوڑ آئے ؟ صدیق اکبرؓ نے عرض کیا : ابقیت لھم اللہ ورسولہ گھر والوں کے لیے اللہ اور اس کا رسول چھوڑ آیا ہوں (یہی میرے لیے کافی ہیں) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قبول فرما لیا۔ اس پر حضرت عمر کو خیال ہوا کہ اگرچہ میرا نصف مال صدیق اکبرؓ کے کل مال سے زیادہ ہے لیکن یہ نصف اور وہ کل ہے گویا آج پھر صدیق اکبر ہی بازی لے گئے ، اور سب سے بڑھ گئے ۔ فاروق اعظم نے یہ دیکھا تو فرمایا لا اسبقہ الی شیئ ابدا ۔ کہ میں کبھی بھی کسی نیکی میں ان سے آگے نہیں بڑھ سکتا ہوں۔

نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ اجازت نہیں دی کہ کوئی سارے کا سارا مال خدا کی راہ میں خرچ کر دے ، ذیل میں حضرت سعدؓ کا واقعہ نقل کرتا ہوں حضرت سعدؓ ایک جلیل القدر صحابی تھے ، عشرہ مبشرہ میں سے تھے رشتہ میں حضور کے ماموں تھے ، بہت بہادر اور قوی تھے نہایت اچھے تیر انداز تھے ، ایک بار وہ حاضر خدمت ہوئے تو آپ نے ان کی خوشنمائی اور وجاہت پسند فرما کر فرمایا کہ " یہ میرے ماموں ہیں کسی اور کا ایسا ماموں ہو تو مجھے دکھائے"، حضرت فاروق اعظم سے (جو ہر معاملہ میں بہت زیادہ تحقیق و تجسس فرمایا کرتے تھے) ان کے صاحبزادے نے ایک دفعہ کہا کہ میں نے یہ مسئلہ سنا ہے ۔ حضرت عمرؓ نے پوچھا کن سے ۔ عرض کیا کہ سعد سے ۔ فرمایا کہ "جب تمہیں سعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی بات سنائیں تو پھر کسی اور سے نہ پوچھو"

حضور اکرم کی وفات سے کچھ روز پہلے حجۃ الوداع کے موقعہ پر حضرت سعدؓ شدید بیمار ہوئے حضور اکرمؐ بیمار پرسی کے لیے ان کے پاس تشریف لے گئے ۔ آپ نے عرض کیا کہ میں چاہتا ہوں کہ اپنا سارا مال خدا کی راہ میں دے دوں۔ حضور نے منع فرمایا ، پھر عرض کیا نصف مال دے دوں ؟ آپ نے فرمایا نہیں ؛ آخر ہوتے ہوتے تہائی مال کے خرچ کرنے پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے رضامندی ظاہر فرمائی ؛ اور ان سے ارشاد فرمایا کہ اگر تم اپنے ورثہ کے لئے مال چھوڑ جاؤ تو یہ بہ نسبت اس کے بہت بہتر ہے کہ وہ لوگوں کے آگے ہاتھ پھیلائیں اور فرمایا کہ شاید تم زندہ رہو اور اللہ تعالیٰ تمہارے ہاتھ سے کسی قوم کو نفع اور کسی کو نقصان پہنچائے ۔ چنانچہ حضرت سعد کچھ دن بعد صحت یاب ہو گئے اور فاتح ایران بنے ۔ غرض کہ اس قدر فضائل کے ہوتے ہوتے بھی حضورؐ نے حضرت سعد کا سارا مال قبول نہ کیا لیکن صدیق اکبرؓ سے ان کا سارے کا سارا مال قبول فرما لیا اور دوسرے صحابہ کی طرح ان سے یہ نہ فرمایا کہ اتنا دے دو و اتنا چھوڑ آؤ۔

بات دراصل یہ ہے کہ انسان بعض اوقات جوش اور جذبہ میں آ کر سب کچھ خرچ کر دیتا ہے مگر بعد میں پچھتاتا

ہے۔ اور دل ہی دل میں یہ کہتا ہے کہ کچھ رکھ لیتا تو اچھا ہوتا۔ غالباً اس لئے حضور اکرمؐ سارا مال قبول نہیں فرماتے تھے۔ مگر صدیق اکبرؓ کے بارے میں آنحضرتؐ کو پورا یقین تھا کہ یہ سارا مال دے کر بھی کبھی نہیں پچھتائیں گے۔ اور تھی بھی یہی بات خلاصہ یہ کہ ابوبکر صدیقؓ کو تمام صحابہ کرام میں ایک امتیازی مقام حاصل تھا کہ فاروق اعظم ایسے عظیم المرتبت صحابی بھی نیکیوں میں ان کی ہمسری نہیں کر سکتے تھے۔ آخر کار انہوں نے بھی سمجھ لیا تھا کہ ابوبکرؓ کو نیکیوں میں آگے رکھنا قدرت ہی چاہتی ہے تو ان سے کون بڑھ سکتا ہے۔

آقائے نامدارؐ نے ایک دفعہ فرمایا کہ جہاں ابوبکر موجود ہوں یہ مناسب نہیں کہ وہاں ان کے سوا دوسرا کوئی امامت کرائے۔ ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک عورت آئی اور آپؐ سے گفتگو کی۔ آپ نے فرمایا دوبارہ آنا اس عورت نے عرض کیا کہ دوبارہ آکر آپ سے ملاقات نہ ہو تو؟ فرمایا کہ پھر تم ابوبکرؓ کے پاس آنا۔ آپ کے اس قسم کے جملوں سے معلوم ہوتا تھا کہ ابوبکرؓ آپ کے جانشین بنیں گے۔ اور آپ اس طرح کے جملے ارشاد فرما کر یہی بتانا چاہتے تھے کہ میرے بعد ابوبکر ہی میرے جانشین اور خلیفہ ہوں گے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

بذل المجہود
عکسی

جلد اوّل = ۴۵/۰۰
جلد ثانی = ۴۵/۰۰
جلد ثالث = ۳۵/۰۰
باقی جلدیں زیر طبع ہیں

جو عربی رسم الخط میں مکمل طبع ہو رہی ہے۔ تین جلدیں چھپ گئی ہیں۔ ان کا آرڈر عنایت کریں۔
رعائتی تفصیل اور فہرست مفت طلب کریں۔
(کوثر النبی از مولانا عبدالعزیز پرہاروی = ۴/۰۰ ۔ صرف گھوٹوی ۴/۰۰)

مکتبہ قاسمیہ ○ نزد سول ہسپتال ملتان

موتیا روک

موتیا روک، موتیا بند کا بلا اپریشن علاج ہے * موتیا روک بینائی کو تیز کرتا ہے اور چشمہ کی ضرورت نہیں رکھتا
موتیا روک، دھند، جالا، ککروں کے لیے بھی بے حد مفید ہے * موتیا روک آنکھ کے ہر مرض کے لیے مفید ترین ہے۔

بیت الحکمت لوہاری منڈی لاہور

پاکستان میں گھر گھر مقبول
پنجاب سوپ فیکٹری (رجسٹرڈ) لاہور
کے ماڈرن پلانٹ پر تیار کردہ
اعلیٰ کوالٹی کے صابن
بلا مارکہ رجسٹرڈ
پنجاب سپیشل
PINK Rose TOILET SOAP
MANUFACTURED BY PUNJAB SOAP FACTORY (REGD) LAHORE
ٹائیلٹ سوپ
شیونگ کپ سوپ
لانڈری سوپ
اعلیٰ کوالٹی - مناسب دام
Kasturi MUSK
TOILET SOAP
Manufactured by PUNJAB SOAP FACTORY (Regd.) LAHORE
تیار کردہ
پنجاب سوپ فیکٹری (رجسٹرڈ)
بیرون شیرانوالہ گیٹ - لاہور

جامع مسجد البدر

امامیہ کالونی لاہور کی بیشتر آبادی اہل تشیع پر مشتمل ہے۔ اہلسنت کے یہاں چند ہی گھر ہیں۔ اس کالونی میں اب تک اہلسنت کی کوئی مسجد نہیں تھی۔ تھوڑا عرصہ ہوا ہے یہاں کے سُنی حضرات نے اللہ کے توکل پر شیخ الحدیث حضرت مولانا سید حامد میاں مدظلہم خلیفہ حضرت مدنیؒ سے مسجد کی بنیاد رکھوائی اور تعمیر شروع کر دی۔ مسجد کا نام "البدر" رکھا گیا ہے۔

مسجد کے خطیب و امام مولوی حافظ خوشی محمد صاحب اعجاز دام مجدہم نے ملک کے مشہور شاعر استاد الشعراء جناب احسان دانش سے فرمائش کی کہ مسجد کا نام چونکہ اسلام کی پہلی جنگ "بدر" کے نام پر ہے اسلیے جنگ بدر کے متعلق چند اشعار موزوں فرما دیئے جائیں۔ آپ نے ان کی اس فرمائش کو پورا کیا اور ایک نظم عنایت فرما دی جس کے چند اشعار ذیل میں شائع کیے جا رہے ہیں۔

واضح ہو کہ یہ مسجد زیر تعمیر ہے۔ حضرات اہلسنت کو اس کار خیر میں ضرور حصہ لینا چاہیے۔

"البدر" سے اُس "بدر" کا میداں ہے نظر میں
خامے کا یہ عالم کہ مجاہد ہے سفر میں

محسوس میں کرتا ہوں وہی حبس وہی دھوپ
جس دھوپ میں ایمان بدلتے ہیں کئی روپ

اس جنگ میں پرکھا گیا اسلام کا دستور
اس جنگ میں کام آئے سبھی مشرک و مغرور

یہ جنگ تھی اِک آئینۂ علم و شجاعت
یہ جنگ تھی اِک جائزۂ طیش و بصیرت

اس جنگ میں غالب تھے محمدؐ کے سپاہی
یہ جنگ تھی آئینۂ برہانِ الٰہی

اس جنگ کی راتوں پہ مسلّط تھا سویرا
غالب تھے ہزاروں پہ فقط تین سو تیرہ

بندوں میں نظر آئی جو تقدیس و شجاعت
اللہ نے کی دین پیمبر کی حمایت

افسوس کہ وُہ صاحبِ عرفاں نہیں ملتے
اس نسل میں پہلے سے مسلماں نہیں ملتے

پھر از سرِ نو دین کی بنیاد اٹھائیں
مسجد تو بنا لی ہے نمازی بھی بنائیں

★

ابوالعینا

ایک نابینا عالم

مولانا حبیب الرحمٰن خان شروانی

محمد نام، ابوعبداللہ کنیت، اصل وطن یمامہ (ملک یمن تھا)۔ اہواز میں ۱۹۱ ھ میں پیدا ہوئے۔ بصرہ میں پرورش پائی اور وہیں علم حدیث اور فن ادب کی تحصیل کی۔ ان کے استاذ اصمعی و ابوعبیدہ جیسے کامل فن تھے۔ حافظہ بہت قوی تھا۔ نہایت فصیح و بلیغ اور لطائف و ظرائف و حاضر جوابی و ذہانت میں بے مثل تھے۔ ایک اور نابینا ابوعلی ان کے ہمعصر تھے۔ دونوں میں رہتا تھا۔ ان معرکوں میں جو لطیفے اور مزہ دار شعر ہوئے وہ مشہور ہیں۔

ابوالعینا ایک روز ایک وزیر کی مجلس میں حاضر تھے برمکیوں کے فضل وجود کا ذکر ہو رہا تھا یہ بھی اپنی فصاحت و بلاغت صرف کر رہے تھے، جب بہت تعریف ہوئی تو وزیر رشک سے بے چین ہو کر کہنے لگا یہ سارے مبالغے اور لکھنے والوں کے جھوٹے بیان ہیں۔ ابوالعینا نے بے ساختہ کہا وزارت مآب کی نسبت یہ مبالغے کیوں نہیں کئے جاتے — وزیر یہ گرم فقرہ سن کر سرد ہو گیا۔ اور تمام حاضرین ابوالعینا کی جرأت پر دم بخود رہ گئے۔

ایک روز وزیر ابن ذہب کے حضور میں اپنی پریشانی کی شکایت کر رہے تھے۔ ابن ذہب نے کہا کہ میں نے تمہاری نسبت ابن المدبر کو لکھا تھا۔ ابوالعینا نے کہا، بجا ہے، مگر حکم ایسے شخص کو دیا گیا جو خود مدتوں شکستہ حال مبتلائے زندان اور مصائب کا نشانہ رہا ہے۔ اس بے چارے میں ہمت کہاں؟

وزیر — (از راہ طنز) تم نے ہی اسکو پسند کیا تھا۔

ابوالعینا — میں نے بیشک انتخاب کیا مگر میں مورد الزام نہیں ہو سکتا۔ حضرت موسیٰؑ نے اپنی قوم میں سے ستر آدمی انتخاب فرمائے ان میں سے ایک بھی ٹھیک نہ نکلا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیٹی کے واسطے عبداللہ بن سعد کو پسند فرمایا، وہ کم بخت مرتد ہو کر مشرکوں سے جا ملا، حضرت علیؓ نے ابوموسیٰ اشعری کو حکم

بنایا انہوں نے انہیں کے مضر فیصلہ کیا۔

ایک روز وزیر ابو الصقر کے یہاں پہنچے، وزیر نے دیکھ کر کہا، اخاہ ابو العینا مدت میں آئے، کہاں رہے؟

ابو العینا۔ جناب میری سواری کا گدھا چوری جاتا رہا۔

وزیر۔ ہاں! کیسے جاتا رہا؟

ابو العینا۔ وزارت پناہ! میں چور کے ہمراہ نہ تھا جو یہ بتاؤں کہ کس طرح چوری ہو گیا۔

وزیر۔ اچھا تم دوسری سواری پر چلے آئے ہوتے۔

ابو العینا۔ تنگدستی نے دوسری سواری خریدنے نہ دی، حمیت نے کرایہ دار کا تقاضا گوارا نہ کیا، مستعار مانگنے کی ذلت دل کو ناگوار تھی، پھر دوسری سواری کیونکر مہیا کرتا؟

لوگوں نے ایک روز کہا ابو العینا! آخر کب تک مدح اور ہجو کئے جاؤ گے؟ کہا جب تک نیک کام کرنے والے نیک اور برُے کام کرنے والے برُے کام کئے جائیں گے۔ البتہ خدا سے میری التجا ہے کہ بچھو کا خواص مجھ کو نہ دے جس کے ڈنک سے نبی اور ذمی نہیں بچتا۔

ایک مرتبہ خلیفہ متوکل کے نو تعمیر قصر جعفری میں گئے، خلیفہ نے پوچھا ابو العینا! قصر جعفری کیسا ہے؟ ابو العینا نے برجستہ جواب دیا "ان الناس بنوا الدار فی الدنیا وانت بنیت الدنیا فی الدار" یعنی لوگوں نے دنیا میں گھر بنائے ہیں اور آپ نے محل میں دنیا بسادی ہے۔

متوکل اس تعریف سے بہت خوش ہوا، ــــ کہا ــــ آج سے خلافت کے ندیموں میں شامل ہو جاؤ۔ ابو العینا نے عرض کی کہ جاہ پناہ! میں اندھا آدمی ہوں، دربار خلافت میں جن کو حاضری کا شرف ہوتا ہے، وہ امیر المومنین کی خدمت گذاری کرتے ہیں میں الٹی خدمت کا محتاج ہوں۔ بادشاہوں کی نظر کسی روز سیدھی ہوتی ہے اور دل میں ملال ہوتا ہے، کسی روز نگاہ پھری ہوئی ہوتی ہے لیکن دل میں گنجائش ہوتی ہے مَیں آنکھیں نہ ہونے کے سبب ان حالتوں میں امتیاز نہ کر سکوں گا۔ اور کسی روز مارا پڑوں گا۔ پس اس مصیبت سے گوشۂ عافیت اچھا ہے۔

متوکل اس جواب سے مکدر ہوا اور کہا کہ ہم نے سُنا ہے کہ تم لوگوں سے بدزبانی بہت کرتے ہو۔

ابو العینا۔ خدا نے بھی مدح اور ذم دونوں فرمائی ہیں۔ ایک جگہ ارشاد ہے "نعم العبد انه اواب" دوسری جگہ فرماتا ہے "همّاز مشّاء بنميم منّاع للخير معتد اثيم" اور ایک شاعر کا قول ہے

اذا انا بالمعروف لم اثن صادقا　　ولم اشتم النکس اللئیم المذمما

ففیم عرفت الخیر والشر باسمه

یعنی اگر میں راست باز کی ثناء اسکی خوبی پر نہ کروں اور کاہل و دنی الطبع بدخو کو برا بھلا نہ کہوں تو بھلائی اور برائی دو نام بیکار ٹھہرے۔ اور مجھ کو جو کان اور زبان ملی تو کیوں؟

۲۴۵ھ میں یہ واقعہ ہوا کہ دربارِ خلافت نے ابن سلمہ نامی ایک شخص کو موسیٰ اصفہانی کے سپرد کیا مقصود یہ تھا کہ اس سے خزانہ شاہی کا مطالبہ وصول کیا جائے۔ موسیٰ اصفہانی نے سختی کے ایسے جوہر دکھائے کہ وہ بیچارا جان سے جاتا رہا۔ اسکی خبر شباشب خلیفہ کو پہنچی، اسی روز ابو العینا کسی امیر کے ہاں بیٹھے تھے، امیر نے ان سے پوچھا کہ ابو العینا! ابن سلمہ کی کیا خبر ہے؟ انہوں نے جواب میں یہ آیت پڑھی "فوکزہٗ موسیٰ فقضیٰ علیہ" (موسیٰ نے اس کے ایسا مکہ مارا کہ اس کا کام تمام ہوگیا)۔ یہ لطیفہ شہرت کے زور میں خود موسیٰ اصفہانی کے کانوں تک جا پہنچا۔ دوسرے روز موسیٰ اور ابو العینا کی راستہ میں مڈبھیڑ ہوگئی۔ موسیٰ نے ڈانٹا تو ظالم نے بے ساختہ یہ آیت پڑھی "اتریدان تقتلنی کما قتلت نفسا بالامس" (تو یہ چاہتا ہے کہ مجھکو بھی اسی طرح مار ڈالے جس طرح کل تو ایک شخص کو قتل کر چکا ہے)۔ ۲۸۳ھ میں یہ جوہرِ بے بہا پیوندِ خاکِ بغداد ہوگیا۔

جلسۂ عام

جامع مسجد "البدر" امامیہ کالونی نزد شاہدرہ لاہور میں ۲ اگست بعد نماز عشاء شیخ الحدیث حضرت مولانا سید حامد میاں مدظلہم کی زیرِ صدارت ایک جلسۂ عام ہوگا۔

استاذ القراء حضرت مولانا قاری عبد الرحمٰن صاحب ڈیروی مدظلہ صدر مدرس شعبۂ تجوید جامعہ مدنیہ تلاوت قرآن پاک اور حضرت مولانا عبد الشکور صاحب دین پوری اور حضرت مولانا عبد اللہ صاحب ثاقب خطاب فرمائیں گے۔ امید ہے شاعرِ اسلام جناب سید امین گیلانی بھی تشریف لے آئیں گے۔

قطعاتِ تاریخِ وفات

حضرت پیر سیّد خورشید احمد شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ

(۱) جناب محمود احمد عارف (۲) جناب مُسلم غازی آبادی

جناب محمود صاحب عارف ہوشیار پوری خازن جامعہ مدنیہ لاہور حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی علالت کے دوران برابر خبر گیری کرتے رہے۔ اپنے واقف دوست ڈاکٹروں کو جو نشتر میڈیکل ہسپتال میں تھے حضرۃ کی طرف متوجہ کرتے رہے۔ جزاہ اللہ خیرا۔

وُہ خضرِ راہِ حق چل دیا

۱۹۷۳ء

پیر خورشید کر گئے رحلت
صاحبِ درد و مردِ حق آگاہ
ان پہ رہتا تھا رحمتوں کا نزول
تھے وُہ مقبولِ بارگاہِ اللہ
رہبرِ صدق، عارفِ کامل
جو تھے سر خیلِ بزمِ اہل اللہ
عمر یادِ خدا میں سب گزری
خدمتِ دیں تھا شغلِ شام و پگاہ
سالِ رحلت ہو کس طرح مرقوم
شیخ کا ہجر صدمۂ جانکاہ
قلبِ گریاں سے یوں کہو عارفؔ
"گُل ہوا ہے چراغِ اہل اللہ"

۱۰ + ۱۳۸۳ = ۱۳۹۳ھ

○

چھپا خورشیدِ عالمتاب آخر
نہ کیوں چھائے نگاہ و دل پہ ظلمت
قیامت خیز سا اک حادثہ ہے
غروبِ نورِ خورشیدِ طریقت
وُہ تھے بزمِ عمل میں شمعِ محفل
جہاں میں جلوۂ مہرِ ہدایت
ابھی تک فیض ہے حضرت کا جاری
ابھی تک ہے وُہی فیضانِ قدرت
زبانِ ہاتفِ غیبی سے سُنیے
"رموزِ مغفرت" ہے سالِ رحلت

۱۹۷۳ء

○

مسلم غازی آبادی

★

P.C.T. INDUSTRIES

پاکستان بھر میں مشہور و مقبول

پی-سی-ٹی مارکہ

پُرزہ جات سائیکل

ایجنٹ

بٹ سائیکل سٹور ○ نیلا گنبد لاہور

فون دفتر: ۶۵۳۰۹ / ۶۵۹۴۲ فون فیکٹری: ۶۰۰۵۰

حنیف ریتی ریپرنگ - ۵ - ہسپتال روڈ لاہور

ع کسب کمال کن کہ عزیز جہاں شوی

ہمارے یہاں ریتیوں کی بہترین ٹکائی اور دھلائی کا کام نہایت تسلی بخش ہوتا ہے۔

المکہ پریس

خلیق و دیانتدار عملہ
بہترین و با رعایت طباعت

۵- شارع فاطمہ جناح، لاہور

انوارِ مدینہ

بدل اشتراک: سالانہ سات روپے طلبہ کیلئے پانچ روپے فی پرچہ ۶۵ پیسے